Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 13, 2026

The Construction of a Single Ummah and the Establishment of Collectivism in the Era of Prophet Muhammad ﷺ

عہد نبوی ﷺ میں امت واحدہ کی تعمیر اور اجتماعیت کا قیام

Muhammad Ahmad
Ph.D Scholar (Islamic Studies), Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology Rahim Yar Khan
Email: ahmadryk93@gmail.com

Dr. Muhammad Shahid Habib
Assistant Professor (Islamic Studies), Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology Rahim Yar Khan
Email: shahidh.habib@kfueit.edu.pk

Abstract:
This research explores that how the concept of collectivism (Ijtimaiyat) took shape and played out in practice during the Prophetic era. It begins with an event before Prophethood: the rebuilding of the Kaaba. At that time, the Prophet (PBUH) showed remarkable wisdom in resolving a dispute that could have sparked a tribal war, setting an early example of peaceful arbitration.
Much of the discussion focuses on two key elements: Muwakhat-e-Madina, the brotherhood between the Muhajirin and Ansar, and the Charter of Madina, or Mithaq-e-Madina. Together, they formed the socio-economic and political foundation of the first Islamic state. The study shows how Islam worked to uproot deep-seated tribal divisions and racial pride, replacing them with a sense of universal brotherhood rooted in faith and Taqwa.
Through an analysis of Quranic verses, Prophetic traditions, and the Farewell Sermon, the article argues that the unity of the Muslim Ummah is not just idealistic but essential for its survival and strength. In the end, the Islamic model of collectivism comes across as a complete system—one built to uphold social justice, equality, and lasting peace.
Keywords: Collectivism, Prophetic Era, Muwakhat-E-Madina, Charter of Madina, Islamic Unity, Social Reformation, Farewell Sermon, Muslim Ummah, Abolition of Tribalism

اسلام کے تصور اجتماعیت کا عملی مظاہرہ ہمیں عہد نبوی ﷺ میں ملتا ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ میں امتِ مسلمہ کی تشکیل محض ایک گروہ کی مادی تنظیم نہیں تھی، بلکہ یہ ایک بکھرے ہوئے اور قبائلی عصبیتوں میں جکڑے ہوئے معاشرے کی مکمل کایاپلٹ تھی۔ اس دور میں جس اجتماعیت کی بنیاد رکھی گئی، اس نے رنگ، نسل اور

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: March 13, 2026

علاقے کی تمام مصنوعی دیواریں گرا کر انسانوں کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ اسلام سے قبل عرب کی پہچان ان کی باہمی جنگیں اور قبائلی فخر تھا، جہاں اتحاد کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچ کر مواخات اور میثاقِ مدینہ کے ذریعے ایک ایسی ہمہ گیر وحدت کی بنیاد ڈالی جس میں مہاجرین وانصار کے ساتھ ساتھ دیگر طبقات کو بھی ایک لڑی میں پرو دیا گیا۔ یہ اجتماعیت محض کسی معاہدے کا نتیجہ نہیں تھی، بلکہ اس کے پیچھے وہ روحانی تربیت تھی جس نے لوگوں کے دلوں سے کدورتیں نکال کر انہیں ایک "جسدِ واحد" بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ایسا معاشرہ جو صدیوں سے تقسیم تھا، تھوڑے ہی عرصے میں ایک ایسی مضبوط امت بن کر ابھرا جس نے دنیا کے سامنے اتحاد اور بھائی چارے کی نئی مثال قائم کی۔

تنصیب حجرا سود اور اجتماعیت:

نبوت سے پانچ سال قبل کا واقعہ ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم 35 برس کے ہو چکے ہیں، شدید بارش کی وجہ سے سیلاب آیا، بیت اللہ کی دیواروں کو نقصان پہنچا، بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کرنے کی بات طے ہوئی، صرف حلال اور پاک رقم خرچ کرنا طے ہوا، کام شروع ہو گیا، درمیان میں جب حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھنے کے مسئلے پر اختلاف ہوا تو قبائل میں تلواریں نکل آئیں، بنو ہاشم تلواریں لے کر آ گئے، کہ حجر اسود کی تنصیب کا اعزاز ہم کو ملے گا، ہم ہی اس کو رکھیں گے، پھر یہ طے ہوا کہ کل صبح سب سے پہلے جو شخص مسجد الحرام میں آئے گا وہی اس کا فیصلہ فرمائے گا، اور سب اس کا فیصلہ مانیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اگلے دن صبح سب سے پہلے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے، سب نے خوشی کا اظہار کیا اور خوش ہو کر کہا: محمد ﷺ آ گئے، یہ امانت دار ہیں، اور ہم ان کو حکم اور فیصل بنانے پر راضی ہیں، آپ ﷺ نے فیصلہ کیا: کیسی بے مثال حکمت تھی، کیسی بصیرت تھی، کیسی فراست تھی، کیسی اصابت رائے تھی، آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی، اس چادر کو بچھایا، اور اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اٹھا کر چادر کے درمیان رکھ دیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ہر قبیلے کا سربراہ چادر کا ایک کونہ پکڑ کر اٹھائے، سب نے ایسا کیا، سب اٹھا کر لائے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ آپ سب لوگ اسے اس کی جگہ نصب کرنے کے لیے مجھے وکیل بنا دیں! سب نے بخوشی آپ ﷺ کو وکیل بنا دیا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو چادر میں سے اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب کر دیا، اسیطرح ایک الجھا ہوا معاملہ جس میں تلواروں تک نوبت پہنچ چکی تھی، اور قریب تھا کہ لاشوں کے ڈھیر لگ جاتے، آپ ﷺ کی حکمت سے ایک لمحے میں حل ہو گیا۔ سب خوش بھی ہو گئے اور کسی کا ایک خون کا قطرہ بھی نہ بہا۔[1]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 13, 2026

مواخات مدینہ اور اجتماعیت کا تصور:

بے شک مواخات سے مراد وہ منفرد اور قابل فخر بھائی چارہ ہے, جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں مہاجرین اور انصار کے درمیان قائم کیا گیا۔ مختلف تاریخی روایات کے مطابق، یہ عظیم معاہدہ ہجرت کے تقریباً پانچ ماہ، [2،3] اور دیگر کے مطابق 9 یا 15 ماہ کے دوران آپ ﷺ کی زیر نگرانی مہاجرین اور انصار صحابہ کے درمیان وجود میں آیا۔[4]

اس میں ایک انصاری مسلمان نے مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجر مسلمان کو اپنا بھائی بنالیا۔[5] اہلِ مدینہ (انصار) نے اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ جو غیر معمولی خلوص، محبت اور فیاضی کا برتاؤ کیا، کہ اس جیسی منفرد مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ یہ رشتہ اس قدر مضبوط اور گہرا تھا، کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان وراثت کے حقوق تک تقسیم ہونے لگے تھے۔[6]

بے شک مواخاتِ مدینہ ایک منفرد اور عظیم اقدام تھا، جس کے متعدد اسباب اور حکمتیں تھیں۔

1۔ عرب معاشرے میں قبائلی عصبیت اور مفاد پرستی کی گہری جڑیں تھیں۔ رشتے، تعلقات اور معاہدات انہی بنیادوں پر طے پاتے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی اخوت کے ذریعے ان جاہلیت کے تمام تعصبات پر کاری ضرب لگائی۔[7] مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے مہاجرین، خاص طور پر اہل قریش، اپنے آپ کو برتر سمجھتے تھے۔ اسلامی بھائی چارے نے عملی طور پر سب کو یہ درس دیا، کہ ایمان سے بڑھ کر کوئی رشتہ نہیں، جو ایک مضبوط اسلامی معاشرے کی بنیادی ضرورت تھی۔[8]

2۔ مدینہ پہنچنے والے مہاجرین کے لیے فوری طور پر رہائش اور روزگار کا انتظام کرنا ایک بڑا چیلنج تھا، یہ ممکن نہ تھا کہ انہیں خود ہی زمینیں خرید کر آباد ہونے کو کہا جاتا۔[9] اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر پر مہاجرین وانصار کو جمع فرما کر، ان کے درمیان دنیا و آخرت کے مددگار ہونے کا پاکیزہ رشتہ قائم فرمایا۔[10]

3۔ مدینہ میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر متعدد گروہ (یہود و دیگر) آباد تھے، جو مسلمانوں کے حامی نہیں تھے۔ ان ابتدائی مشکل حالات میں مسلمانوں کو ایک مضبوط و متحد یونٹ بنانا ضروری تھا، تاکہ ان کا آپس میں اتحاد برقرار رہے، اور وہ بیرونی خطرات کا مقابلہ کر سکیں۔ اس مقصد کے لیے مواخات کا قیام انتہائی موزوں اقدام تھا۔[11]

4۔ اس کا ایک اہم مقصد مہاجرین وانصار کے دلوں میں باہمی محبت، الفت اور ہم آہنگی پیدا کرنا تھا، تاکہ وہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں اور ایک حقیقی برادری تشکیل دے سکیں۔[12]

5۔ اس اقدام کا مقصد نسلی و قبائلی امتیازات کو مکمل طور پر ختم کرنا تھا، تاکہ کوئی کسی کو اپنے سے کم تر نہ سمجھے۔ اسی لیے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے عظیم سردار کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو اس وقت غلامی کی حالت میں تھے) کا بھائی بنایا گیا۔[13]

OPEN ACCESS
CC BY

6۔مکہ کے مشرکین مسلمانوں کے خلاف متحد اور ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ایسے میں مسلمانوں کے درمیان ایک ایسی مضبوط بھائی چارگی قائم کرنا ضروری تھا جو ان کے اتحاد کی بنیاد بن سکے۔یہی وہ عظیم عمل تھا جسے اللہ تعالی نے پسند فرمایا اور مسلمانوں کے اطمینان کے لیے قرآن پاک میں آیات نازل فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ(72)[14]

جن صحابہ کرام کے درمیان مواخات قائم کی گئی ان کی تعداد:

اہل سیر و تاریخ نے مواخات قائم ہونے والے صحابہ کی تعداد میں مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔ایک روایت کے مطابق 45 انصار اور 45 مہاجرین تھے، جبکہ دوسری روایت میں 50 مہاجرین اور 50 انصار کا ذکر ہے۔[15] ایک روایت (جسے مقریزی نے نقل کیا ہے) کے مطابق تقریباً 186 صحابہ کرام کے درمیان یہ رشتۂ اخوت قائم کیا گیا تھا۔[16]

مواخات میں میراث کا نسخ:

انصار نے اخوت کے رشتے کو اس حد تک نبھایا کہ وہ اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے گھر، بار، زمین اور دیگر اثاثوں میں شریک کرنے کے ساتھ ساتھ باقاعدہ وراثت میں بھی حصہ دار بناتے تھے۔ یہ حکم غزوہ بدر کے موقع پر منسوخ ہو گیا[17]، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے:۔۔۔۔۔وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۔[18]

"اور ہر ایک کے لیے ہم نے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مال میں وراثت کے حقدار مقرر کر دیے ہیں۔اور جن سے تمہارا عہد و پیمان ہو چکا ہے (یعنی مواخات) تو انہیں (بھی دستور کے مطابق) ان کا حصہ دے دو۔یقیناً اللہ ہر چیز کا مشاہدہ فرمانے والا ہے"

اس آیت کے نزول کے بعد میراث کا حکم تو منسوخ ہو گیا، لیکن انصار و مہاجرین کے درمیان باہمی محبت، تعاون اور بھائی چارے کا رشتہ قائم رہا۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور اسلامی اخوت کا کمال تھا، کہ انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ نہ صرف صحیح حقیقی بھائی جیسا سلوک کیا، بلکہ بعض اوقات اسے بھی بڑھ کر قربانی کے لیے تیار رہے۔ یہ رشتہ قیامت تک آنے والے تمام اہل ایمان کے لیے مشعلِ راہ اور اسلامی اجتماعیت کی مضبوط بنیاد بنا، جس میں رنگ، نسل اور قبیلے کے تمام فرق مٹا کر سب کو صرف ایمان کے رشتے میں پرو دیا گیا۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 13, 2026

اسلامی ریاست اور وحدت امت:

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ایک ایسی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی، جس میں مختلف قوموں اور مذاہب کے لوگ آباد تھے۔یہودیوں کے کئی قبیلے بھی تھے جو اپنے الگ قلعوں میں رہتے تھے اور خاصے طاقتور تھے۔[19]

جن میں سے عرب اوس اور خزرج کے بارہ(12) قبائل میں تقسیم تھے، جبکہ یہودیوں کی آبادی دس(10) قبائل پر مشتمل تھی۔ان میں سے کچھ قبائل آپس میں حلیف تھے، جو اپنے مخالف قبائل کے خلاف اکٹھے ہو کر متحدہ گروہوں کی شکل اختیار کر گئے تھے۔[20]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں پہنچتے ہی ہجرت کے پہلے سال ہی یہ ضروری سمجھا، کہ تمام گروہوں کے درمیان ایک معاہدہ کیا جائے، جو بین الاقوامی اصولوں پر مبنی ہو۔اس معاہدے کا مقصد یہ تھا کہ نسلی اور مذہبی اختلافات کے باوجود سب ایک قومی وحدت میں بندھے رہیں، نیز تمدنی اور تہذیبی ترقی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور مدد جاری رکھیں۔[21]

مسلمانوں کے تصور اجتماعیت کے فائدے صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہ رہے، بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں نے بھی اس سے یکساں فائدہ اٹھایا۔اس کے نتیجے میں، نسلی اور مذہبی اختلافات کے باوجود، سب کی وحدت ایک مشترکہ قومیت کے روپ میں برقرار رہی۔

نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے ان قبائل سے جو معاہدہ کیا۔اس کو میثاق مدینہ کہا جاتا ہے

میثاق مدینہ اور وحدت کا تصور:

میثاق مدینہ ابتدائی اسلامی ریاست کا ایک اہم دستاویز تھا۔جس میں مختلف مذہبی گروہوں کے حقوق و فرائض اور باہمی تعلقات کو واضح کیا گیا تھا۔یہ معاہدہ مذہبی رواداری اور اجتماع بقائے باہمی کے اصولوں پر مبنی تھا۔میثاقِ مدینہ درحقیقت ایک ایسا تاریخی معاہدہ تھا، جس کا بنیادی مقصد مدینہ میں آباد مختلف قبائل اور مذہبی برادریوں کو ایک متحدہ سیاسی و سماجی نظام میں منظم کرنا تھا۔اس معاہدے کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں تمام برادریوں کو ایک ہی امت قرار دیتے ہوئے مساوات، باہمی تحفظ، منصفانہ سلوک اور مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی، جبکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کے درمیان حتمی اور قابل اعتماد ثالث تسلیم کیا گیا۔[22]

اس معاہدے کے ذریعے اتحاد و اخوت کو فروغ ملا، پر امن بقائے باہمی کی بنیاد پڑی اور ایک اسلامی ریاست کی تشکیل کا آغاز ہوا۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 13, 2026

یہ وہ تاریخی قدم تھا جس نے زمانہ جاہلیت کی تمام تر قبائلی دشمنیوں اور تعصبات کا خاتمہ کر دیا اور جاہلیت کی پرانی تنگ نظریوں کے لیے کوئی جگہ نہ چھوڑی۔اس معاہدے کے نتیجے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی برادری کے ساتھ پرامن اور باہمی احترام پر مبنی تعلقات کی بھی بنیاد رکھی۔[23]

اس اتحاد اور اجتماعیت کی غرض سے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری ہوئی، تو آپ نے سب سے پہلے اہل کتاب سے فوری معاہدہ کیا ،تاکہ اسلام اندرونی انتشار واختلاف سے محفوظ رہے، اور آپ مدینۃ المنورہ سے باہر کفریہ طاقتوں کا مقابلہ کر سکیں۔

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو عملا اس بات کی کی تربیت دی گئی، کہ سارے مسلمان، اہل ایمان، قومیت وطنیت، معاشرت وتمدن کے تمام امتیازات کو ختم کر کے سب ایک ہی ملت، ملت ابراہیم میں گم ہو جائیں۔اور ایک ہی بولی میں اللہ تبارک وتعالی سے باتیں کریں۔عالم وفاضل ہو یا فقیر، حاکم ہو یا محکوم، بے نوا، سب کے سب اپنی امتیازی حیثیت کو مٹا کر، اپنی اناوخودی، انانیت اور تکبر کو قربان کر کے، رب العالمین کے چوکھٹ پر فقیر بن کر آئے ہیں، یہی ایک ایسا وحدت کا رنگ ہے، جو ان تمام دنیاوی اور مادی امتیازات کو ختم کر دیتا ہے۔اسلام کے اسی نظم واتحاد نے مدینۃ المنورہ میں انصار کے دو بڑے قبائل اوس اور خزرج کو آپس میں بھائی بھائی کر دیا، یہ دونوں قبائل آپس میں ہمیشہ دو مستقل حریفوں اور قوموں کی طرح ایک دوسرے کے مقابلے میں نبرد آزماء اور صف آراء رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ طیبہ کی بنیاد پر اوس اور خزرج کو متحد کر دیا، اور اب یہ دونوں قبائل ایک دوسرے کے ہمدرد و مونس اور غم بانٹنے والے بن گئے.

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے محبوب صحابی حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالی عنہ جس وقت مکہ مکرمہ میں تھے، اس وقت ان کی کوئی سماجی حیثیت نہ تھی، وہ ایک غلام تھے، سیاہ فام تھے، اور بے ننگ ونام تھے، لیکن جس وقت ان کا دل ایمان کے نور سے منور ہو گیا، اور انہوں نے اسلام کو قبول کر لیا، تو انہیں یہ مقام اور مرتبہ ملا کہ انہوں نے دیوار کعبہ پر کھڑے ہو کر آذان دی، حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے برابر بیٹھنے لگے، کیونکہ مسلمانوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر ایمان کا رشتہ، نسلی اور خاندانی رشتوں سے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے۔

جیسا کہ برصغیر کے عظیم مفکر اور سکالر حضرت مولانا عبدالکلام آزاد رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا: کہ دنیا کے مکمل رشتے خون ونسل، عہد ومودت کے باندھے ہوئے ہیں۔ وفاو محبت ٹوٹ سکتے ہیں، مگر جو رشتہ افریقہ کے مسلمانوں کو، چین سے، تاتار کے چرواہے کو ایک عرب کے بدو سے اور مکۃالمکرمہ کے صحیح ونسب قریشی کو ہندوستان کے نومسلم سے، یک جان وپیوست کرتا ہے، دنیا میں کوئی بھی ایسی طاقت نہیں، جو اس کو ختم کر سکے۔اس کی زنجیر کو کاٹ سکے، ور توڑ سکے، اس میں اللہ تبارک وتعالی کے ہاتھوں نے، انسان کے قلوب کو ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ پیوست کر دیا ہے۔(خطبات آزاد)[24]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 13, 2026

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ خانہ کعبہ کو دوبارہ بنائے ابراہیمی پر تعمیر کیا جائے۔(یعنی حطیم کی جگہ جو کہ بنائے ابراہیمی میں بیت اللہ میں شامل تھی اس کو دوبارہ بیت اللہ میں شامل کیا جائے)لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسلمانوں کے باہمی اختلاف اور شکوک وشبہات میں پرنے کے ڈر کی وجہ سے اپنے اس خواہش کو ترک فرمادیا، کہ مسلمانوں کی اجتماعیت کو نقصان نہ پہنچے۔[25]

اور فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تمہارے جاہلیت کے جھوٹے غرور اور اپنے باپ دادا کے حسب ونسب بنیاد پر فخر کرنے کے طریقے ختم کردیے ہیں،اب جو کوئی بھی جاہلیت کی رسومات کو دوبارہ زندہ کرے گا اور خاندان یا قوم کی بنیاد پر امت مسلم کو تقسیم کرے گا،اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جو جاہلیت کا نعرہ لگائے،وہ جہنمی ہے۔

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَتَعَظُّمَهَا بِالْآبَاءِ، النَّاسُ مِنْ آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى، وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ[26]

اسلام گروہ بندی، تعصب اور اندرونی لڑائی کو ہر گز قبول نہیں کرتا۔خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

فَقَالَ: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى۔

لوگو!تم سب کا رب ایک ہے۔نہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہے،نہ کسی گورے کو کالے پر،نہ کسی کالے کو گورے پر—سوائے تقویٰ کے۔یاد رکھو،خاندان اور قبیلے صرف پہچان کے لیے ہیں۔اللہ کے نزدیک سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔[27] "

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ارشاد میں فرمایا: اے لوگو!ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا،پھر تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔"(الحجرات:13)

خلاصہ:اسلام نے نسل،رنگ،خاندان یا قبیلے کی بنیاد پر تفاخر کو ختم کر دیا ہے۔فضیلت صرف تقویٰ اور نیکی سے ہے۔جو لوگ فرقہ واریت اور تعصب کو ہوا دیں گے،وہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہیں۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 13, 2026

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک موقع پر فرمایا تھا: میرے بعد ایسے امام (یعنی حکمران اور رہنما) ہوں گے، جو زندگی گزارنے میں میرے طریقے پر نہیں چلیں گے، اور میری سنت (طریقے) کو نہیں اپنائیں گے۔ اور جلد ہی ان میں کچھ ایسے لوگ کھڑے ہوں گے، جن کی وضع قطع تو انسانی ہو گی، لیکن ان کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے۔ صحابی نے عرض کی: اللہ کے رسول ﷺ اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: امیر کا حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا، چاہے تمہاری پشت پر کوڑے برسائے جائیں، اور تمہارا مال چھین لیا جائے، پھر بھی سننا اور اطاعت کرنا۔[28] صحیح بخاری

اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اس فرمان میں! یہ حکمت ہے کہ اگر خلیفہ کے خلاف آواز اٹھائی جائے گی تو مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوگا، دونوں اطراف سے تلواریں چلیں گی، اس کے نتیجہ میں خانہ جنگی ہوگئی، اور اسلامی نظام متاثر ہوگا اور باطل قوتوں کو اس اختلاف سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہاتھ آجائے گا۔

چنانچہ حجاج بن یوسف جو کہ ایک ظالم بادشاہ تھا، اسلامی تاریخ میں اس کا اس کا شمار بدنام ترین خلفاء میں ہوتا ہے، کہ اس کے زمانہ میں اکابر صحابہ کرام موجود تھے، لیکن کسی نے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ تقریبا سبھی نے حجاج کی خلافت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔ اس لیے کہ اگر وہ آواز اٹھاتے تو اسلامی حکومت کمزور پڑ جاتی اور نئے فتنے رونما ہو جاتے، اگرچہ وہ ظالم بادشاہ اور حکمران تھا، لیکن اس کے باوجود وہ اسلامی سرحد کی حفاظت کررہا تھا، اسلامی نظام اس نے کسی نہ کسی حد تک قائم کر رکھا تھا، مسلمانوں اور اسلام جانب سے دفاع ہو رہا تھا، اور ملت اسلامیہ کا پرچم سربلند تھا جو رسالت محمدی کا مشن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو خوب جانتے تھے، کہ اس امت کی زندگی اور استحکام باہمی محبت اور اتحاد پر موقوف ہے۔ کہ اگر دل جدا ہو جائیں تو یہ امت کے زوال کا سبب بنے گا۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اختلاف اور تفرقے سے منع فرماتے تھے۔ اور صحابہ کرام کو متحد رہنے کی تلقین کرتے اور تنبیہ فرماتے رہتے تھے:۔وَلَا تَخْتَلِفُوا،فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ۔[29]

صحابہ کرام بھی اس بات کے قائل تھے کہ اختلاف میں کوئی بھلائی نہیں، بلکہ یہ ہمیشہ نقصان دہ ہی ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اختلاف کے بیج پڑنے سے پہلے ہی اسے ختم کر دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: کہ ایک دن وہ دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو دو آدمیوں کو کسی آیت کے بارے میں اختلافی بحث کرتے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صورت حال دیکھ کر غصہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: تم سے پہلے لوگ کتاب اللہ میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔"

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 13, 2026

ایک اور واقعہ میں، حضرت نزال بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص کو قرآن کی ایک آیت اس طرح پڑھتے سنا، جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی قراءت کے خلاف تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے بارے میں فرمایا: "تم دونوں نے اچھا کیا کہ صلح واصلاح کے لیے یہاں آئے ہو۔" نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

وَلاَ تَخْتَلِفُوا، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا۔[30]

"اختلاف نہ کرو، تم سے پہلے کے لوگ اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام اور پوری امت کو اختلاف کے برے نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے اتحاد برقرار رکھنے کی تعلیم دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کے اصول وآداب سکھاتے ہوئے فرمایا: "قرآن پڑھو جب تک تمہارے دل ملے رہے، لیکن جب تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو وہاں سے اٹھ جاؤ۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تلاوت کے دوران اختلاف کی صورت میں اس وقت تک پڑھنے سے منع فرمایا: جب تک دل پر سکون نہ ہو جائے اور جذباتی گرمی ختم نہ ہو جائے۔ البتہ جب دل پھر سے مل جائیں اور سمجھنے کی مخلصانہ خواہش پیدا ہو، تو پھر قرآن پڑھنا اور اس میں غور وفکر کرنا چاہیے۔

صحابہ کرام کے درمیان جب کوئی اختلاف ہوتا تو قرآن حکیم انہیں آدابِ اختلاف سکھاتا تھا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار بنو تمیم کے قافلے کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ اختلاف ہوا اور دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "تم میری مخالفت کر رہے ہو؟" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "نہیں، میں نے اختلاف نہیں کیا۔" اسی دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی: ۔۔۔ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔۔[31]

"اے ایمان والو! اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان سے اونچی آواز میں بات کرو جیسے تم آپس میں کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ نرمی اور ادب کے ساتھ بات کرتے تھے۔[32]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 13, 2026

حوالہ جات

[1] السيرة النبوية –ابن ہشام (المتوفى: 213ھ)۔ تحقيق: مصطفى السقا، مطبعه مصطفى البابى الحلبى، مصر (1375ھ)۔ جلد 1، صفحات 192-197۔

[2] كوثَر المَعَاني الدَّرَارِي في كَشْفِ خَبَايا صَحِيحْ البُخَاري –محمد الخضر الشنقيطى، مؤسسة الرسالة، بيروت (1995ء)۔جلد 1، صفحه 80 (مکتبہ شامله)۔

[3] السيرة النبوية –ابن ہشام (المتوفى: 213ھ)۔ تحقيق: مصطفى السقا، مطبعه مصطفى البابى الحلبى، مصر (1375ھ)۔ جلد 1، صفحات 192-197۔

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري۔المؤلف: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعيالناشر: دار المعرفة - بيروت، 1379جلد 7، صفحه 270 (مکتبہ شامله)۔

[5] السيرة النبوية –ابن ہشام (المتوفى: 213ھ)۔ تحقيق: مصطفى السقا، مطبعه مصطفى البابى الحلبى، مصر (1375ھ)۔ جلد 2، صفحه 504,505۔

[6] ضياء النبي ﷺ –پیر کرم شاہ الازہری (جلد 3)، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور (1420ھ)۔صفحه 178۔

[7] الرحيق المختوم –صفی الرحمن مبارکپوری، دار ابن حزم، بیروت (2010ء)۔صفحه 167 (مکتبہ شامله)۔

[8] خاتم النبيين ﷺ –امام محمد ابو زہرہ (المتوفى: 1394ھ)۔ دار الفکر العربی، قاہرہ۔ جلد 2، صفحه 493

[9] السيرة النبوية –ابن ہشام (المتوفى: 213ھ)۔ تحقيق: مصطفى السقا، مطبعه مصطفى البابى الحلبى، مصر (1375ھ)۔ جلد 1، صفحه 242۔

[10] عيون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسير –ابن سيد الناس (المتوفى: 734ھ)۔ دار القلم، بيروت۔ جلد 1، صفحات 230-231 (مکتبہ شامله)۔

[11] نهاية الإيجاز في سيرة ساكن الحجاز –رفاعه رافع الطهطاوى (المتوفى: 1290ھ)۔ دار الذخائر، قاہرہ۔جلد 1، صفحه 211 (مکتبہ شامله)۔

[12] السيرة النبوية (من البداية والنهاية) –ابن كثير (المتوفى: 774ھ)۔ دار المعرفة، بیروت۔جلد 2، صفحه 324 (مکتبہ شامله)۔

[13] خاتم النبيين ﷺ –امام محمد ابو زہرہ (المتوفى: 1394ھ)۔ دار الفکر العربی، قاہرہ۔جلد 2، صفحه 493

[14] ۔سورہ انفال آیت نمبر72

[15] سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد – محمد بن يوسف الصالحی الشامی۔ دار الکتب العلمیه، بیروت۔جلد 3، صفحه 364۔

[16] إمتاع الأسماع –علامه مقریزی (المتوفى: 845ھ)۔ دار الکتب العلمیه، بیروت (1999ء)۔جلد 1، صفحه 69۔

[17] فقه السيرة –محمد غزالی (تخریج: ناصر الدین البانی)، دار القلم، دمشق۔صفحه 192۔

[18] ۔سورہ انسا آیت نمبر 33

[19] رحمت للعالمین –قاضی محمد سلیمان منصور پوری، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور (1981ء)۔جلد 1، صفحه 100۔

[20] عہد نبوی میں نظام حکمرانی –ڈاکٹر محمد حمید الله، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی۔صفحه 79۔

[21] ۔رحمة اللعالمین۔قاضی سلیمان منصور پوری۔ ج 1۔ص100

[22] https://www.muhammadencyclopedia.com/article/ur/mithaq-e-madina۔

[23] حياة محمد ﷺ –محمد حسين ہيكل (المتوفى: 1376ھ)۔صفحه 149 (مکتبہ شامله)۔

[24] خطباتِ آزاد، مولانا ابوالکلام آزاد، صفحات 18-19۔

[25] البخاري، المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله الجعفي۔ المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر۔الكتاب: الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري ۔ الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي) الطبعة: الأولى، 1422ھ۔ عدد الأجزاء: 9جلد ، صفحه 147 (مکتبہ شامله)۔

[26] السيرة النبوية –ابن ہشام (المتوفى: 213ھ)۔ تحقيق: مصطفى السقا، مطبعه مصطفى البابى الحلبى، مصر (1375ھ)۔ جلد 2، صفحه 412۔

[27] ۔مسند احمد ج38۔ص474

[28] النيسابوري ، المؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري (المتوفى: 261ھ)۔ المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي۔ صحيح مسلم ج4ص 1986۔ الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت۔ عدد الأجزاء: 5۔ مکتبہ شامله۔جلد 3، صفحه 1476۔

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 13, 2026

[29]النیسابوري ، المؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري (المتوفى: 261ھ)۔ المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي۔ صحيح مسلم ج4ص 1986۔ الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت۔ عدد الأجزاء: 5۔ مکتبہ شاملہ۔جلد 1، صفحہ 323

[30] البخاري، المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله الجعفي۔ المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر۔الکتاب: الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري ۔ الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي) الطبعة: الأولى، 1422ھ۔ عدد الأجزاء: 9جلد ، صفحہ 175 (مکتبہ شاملہ)۔

[31] ۔ القرآن الکریم، سورہ الحجرات، آیت نمبر 2۔

[32]الدر المنثور –جلال الدین سیوطی (المتوفى: 911ھ)۔ دار الفکر، بیروت۔جلد 7، صفحہ 548۔

OPEN ACCESS